۲۔ آگے کا مضمون ۔ آیات ۹-۲۷

آگے غزوۂ احزاب کے واقعات کا حوالہ ہے اور مقصود اس سے اسی مضمون کو واقعات کی روشنی میں مزید واضح کرنا ہے جو تمہید میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو اللہ کے دین کی راہ میں مخالفوں کی مخالفت اور ان کی سازشوں کی کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اللہ بھروسے کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں نصرتِ الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تمام مخالفین اپنی پوری مجتمع قوت کے ساتھ ان پر پل پڑے تھے اور اندر سے منافقین نے بھی اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے ان کے قدم اکھاڑ دینے کی پوری کوشش کی لیکن اللہ کی تدبیر سب پر غالب رہی۔ دشمنوں کو بے نیل مرام پسپا ہونا پڑا۔

غزوۂ احزاب شوال ۵ھ میں واقع ہوا۔ یہود بنی نضیر کے کچھ لیڈروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ انھوں نے مکہ جا کر قریش کے لیڈروں سے فریاد کی اور ان کو آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں۔ قریش حملہ کے لیے پہلے سے پر تول رہے تھے، جب ان کو یہود کی شہ بھی حاصل ہو گئی تو گویا مانگی مراد مل گئی۔ اس کے بعد غطفان اور ہوازن کے لیڈروں کو بھی انھوں نے ہموار کر لیا۔ اس طرح تقریباً دس ہزار کا ایک لشکر جرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ قریش کا لشکر ابوسفیان کی سرکردگی میں تھا اور غطفان و ہوازن عینیہ بن حصن اور عامر بن طفیل کی قیادت میں نکلے۔ مزید برآں حیی بن اخطب نضری نے یہود بنی قریظہ کو بھی اس متحدہ محاذ میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ اگرچہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدۂ امن و صلح کر رکھا تھا لیکن اس موقع کو انھوں نے غنیمت جانا اور معاہدے کی پروا نہ کی۔ ان کی تعداد کم و بیش آٹھ سو تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دشمنوں کی ان تیاریوں کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مسلمانوں کو مدینہ کی ان سمتوں میں خندق کھودنے کا حکم دیا جن سے حملہ کا خطرہ تھا چنانچہ شہر کی شمالی اور مغربی سمت میں ساڑھے تین میل لمبی ایک خندق کھود دی گئی اور یہ کام نہایت سرگرمی کے ساتھ ان تین ہزار مجاہدوں نے انجام دیا جو حضورؐ کے ساتھ تھے اور خود سرورِ عالمؐ نے بھی بہ نفسِ نفیس اس کام میں حصہ لیا۔

دشمنوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ تقریباً ایک ماہ رہا لیکن اس دوران میں سنگ باری اور تیر اندازی کے اِکا دُکا واقعات کے سوا دُوبدُو جنگ کی کوئی نوبت نہیں آئی۔ دشمن نے یہ اندازہ کر لیا کہ مسلمانوں نے مدافعت کی پوری تیاری کر رکھی ہے۔ پھر محاذ میں پھوٹ بھی پڑ گئی اور مزید برآں ایک طوفانی ہوا نے ان کے خیمے و شامیانے سب اکھاڑ کے پھینک دیے جس کے بعد ان کے حوصلے پست

ہو گئے اور ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کر دیا ـــــ اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۹-۲۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ
مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ
بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا
شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ
مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ
مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ مع
إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَ
لَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ
عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ
الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا
الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ
وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ
اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۸﴾ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَاءَ
الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ
عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ
أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ
وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ
وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ
عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿۲۰﴾ ع لَقَدْ كَانَ ع ۲ ۱۴ ۱۸
لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿۲۱﴾ ط وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ لا
قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ز
وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿۲۲﴾ ط مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ
صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ
مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ لا لِيَجْزِيَ اللَّهُ
الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ
عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۴﴾ ج وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ
اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿۲۵﴾ ج وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ

وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
ع ۳ / ۱۹ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

ترجمۂ آیات ۹–۲۷

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد رکھو کہ جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں تو ہم نے ان پر ایک باد تند بھیجی اور ایسی فوجیں بھی بھیجیں جو تم کو نظر نہیں آئیں۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو برابر دیکھتے رہنے والا ہے۔ یاد کرو جب کہ وہ تم پر آ چڑھے، تمھارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمھارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جب کہ نگاہیں کج ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے باب میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت اہلِ ایمان امتحان میں ڈالے گئے اور بالکل ہلا دیے گئے۔ ۹–۱۱

اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے کیے وہ محض فریب نکلے اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو، تمھارے لیے ٹکنے کا کوئی مقام نہیں ہے تو تم لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت کا طلبگار تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بس یہ لوگ بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر ان کے اطراف سے ان پر حملہ ہو جاتا، پھر ان سے ارتداد کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ اس پر راضی ہو جاتے اور اس میں بہت ہی کم توقف کرتے۔ حالانکہ اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی پرسش ہونی ہے۔ کہہ دو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمھارے لیے کچھ نافع نہیں ہو گا، تم کو کھانے پینے کا تھوڑا ہی موقع ملے گا۔ پوچھو، کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے گا اگر وہ تم کو کوئی گزند پہنچانا

چاہے یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے؟ اور وہ اپنے لیے خدا کے مقابل میں نہ کوئی کارساز پائیں گے نہ کوئی مددگار۔ ۱۲-۱۷

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا رہا ہے جو روکنے والے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے رہے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔ اور وہ جنگ میں بہت کم حصہ لینے رہے ہیں تم سے جان چراتے ہوئے۔ پس جب خطرہ پیش آجاتا تو تم ان کو دیکھتے کہ وہ تمھاری طرف اس طرح تاک رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی آنکھوں کی طرح گردش کر رہی ہیں جس پر سکراتِ موت کی حالت طاری ہو۔ پھر جب خطرہ دور ہو جاتا تو وہ مال کی طمع میں تم سے بڑی تیز زبانی سے باتیں کرتے۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ڈھا دیے اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔ یہ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ دشمن کی جماعتیں ابھی گئی نہیں ہیں اور اگر جماعتیں پھر آجائیں تو ان کی تمنا یہ ہو گی کہ وہ اہلِ بدو کے ساتھ دیہات میں ہوں اور وہاں سے تمھاری خبریں معلوم کرتے رہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ ہوتے بھی تو جنگ میں برائے نام ہی حصہ لیتے۔ ۱۸-۲۰

اور تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے جو اللہ کی ملاقات اور روزِ آخرت کی توقع رکھتے ہیں اور اللہ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اور جب اہلِ ایمان نے جماعتوں کو دیکھا تو وہ بولے کہ یہ تو وہی چیز پیش آئی جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کر رکھا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا۔ اور اس چیز نے ان کے ایمان و اطاعت ہی میں اضافہ کیا۔ ۲۱-۲۲

اہلِ ایمان میں وہ جانباز بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دکھایا۔

سو ان میں سے بعض تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں ۔ اور انھوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی ہے تاکہ اللہ راستبازوں کو ان کی راست بازی کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا ان کی توبہ قبول کرے (اگر وہ توبہ کریں) بے شک اللہ غفور رحیم ہے ۔۲۳-۲۴

اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ کے ساتھ، بالکل بے نیل مرام، پسپا کر دیا اور جنگ کے لیے اللہ مسلمانوں کی طرف سے خود کافی ہو گیا اور اللہ قوی و غالب ہے اور اللہ نے ان اہل کتاب کو جنھوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو مرعوب کر دیا۔ کچھ کو تم قتل کرتے ہو اور کچھ کو قید ۔ اور ان کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے مال کا وارث تم کو بنایا۔ علاوہ ازیں اور بھی زمین ہے جس پر تمھارے پ ن ابھی نہیں پہنچے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ ۲۵-۲۷

۳- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (۹)

تائید الٰہی کے کرشموں کی یاددہانی

آیت ۳ میں اللہ ہی پر بھروسہ کرنے کی جو ہدایت فرمائی گئی ہے اسی مضمون کو موکد کرنے کے لیے یہ تائید الٰہی کے ان کرشموں کی یاددہانی کرائی جا رہی ہے جو ماضی قریب میں مسلمانوں کی نصرت کے لیے ظاہر ہوئے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر تمام عرب مسلمانوں پر امڈ آیا تھا لیکن مسلمانوں کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔ دشمنوں کی ٹڈی دل فوجیں اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی پھونک سے اڑا دیں اور یہ حقیقت سب کے سامنے آگئی کہ اللہ تعالیٰ اعتماد کے لیے تنہا کافی ہے۔ اگر اس کی مدد حاصل ہو تو ساری دنیا کی مخالفت بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محاصرہ کے آخری دنوں میں ایسی طوفانی آندھی آئی کہ خیموں کی چوبیں اور طنابیں اکھڑ گئیں، دیگیں الٹ گئیں، سواری کے جانور تتر بتر ہو گئے، سردی کی شدت کے باوجود آگ جلانا ناممکن ہو گیا۔ تاریکی کا یہ عالم کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

مدافعت سے فرار ہے۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ کم وقعت اور ارزاں چیز دین ہے۔ اگر مدینہ کے اطراف سے ان پر اسلام کے مخالفوں کی چڑھائی ہو جائے اور وہ ان سے ارتداد یا مسلمانوں سے جنگ کرنے کا مطالبہ کریں تو یہ ان کے مطالبہ کو بے درنگ مان لیں گے۔ لفظ 'فتنہ' پر ہم جگہ جگہ بحث کر چکے ہیں۔ یہاں اس سے رجعت اور ارتداد یا مسلمانوں کے خلاف جنگ کا مطالبہ مراد ہے۔ صاحب کشاف نے بھی تاویل اختیار کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے۔ سورۂ نساء آیت ۹۱ میں اسی قسم کے منافقین کی طرف اشارہ ہے۔ سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ۔ یہاں 'فتنہ' سے مراد، جیسا کہ اس کے محل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں، یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام دشمن طاقت دباؤ ڈال کر ان سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی کام لینا چاہتی ہے تو بڑی آسانی سے لے لیتی ہے۔ بعینہٖ یہی مضمون آیت زیر بحث میں بیان ہوا ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا (۱۵)

منافقین کی بدعہدی

یوں تو اسلام میں داخل ہونے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے ہی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے مال اور اپنی جان کو اللہ کے دین سے دریغ نہیں رکھ سکتا بلکہ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کے عہد کا پابند ہو جاتا ہے لیکن یہ منافقین اس عام عہد کے علاوہ ایک خاص عہد کی پابندی کی ذمہ داری بھی اپنے سر لے چکے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کا حال یہ تھا کہ پچھلے غزوات میں انھوں نے لاطائل عذرات کی آڑ لے کر شرکت سے گریز کیا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو قسمیں کھا کھا کر اطمینان دلایا تھا کہ آئندہ کسی جہاد کی نوبت آئی تو وہ اس میں پورے جوش سے حصہ لیں گے۔ ان لوگوں کی ان اطمینان دہانیوں کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ ہوا ہے۔ انہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو ملامت کی ہے کہ پہلے تو انھوں نے بہت بڑھ چڑھ کے وعدے کیے تھے کہ آئندہ جنگ کی نوبت آئی تو وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے تو اب جب اس کی نوبت آئی تو رخصت کی عرضیاں اور گھروں کے غیر محفوظ ہونے کے بہانے لے کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے! 'وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا' یہ ان کو دھمکی ہے کہ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کی پرسش ہونی ہے۔ پرسش تو ہر جرم کی ہوگی لیکن خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ سورۂ صف میں ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۶۱: ۲-۳) (اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں! اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ غضب کی ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں)۔

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۱۶)

موت سے ڈر کر ادائے فرض سے فرار حماقت ہے

مطلب یہ ہے کہ موت یا قتل سے ڈر کر ادائے فرض سے فرار کوئی دانشمندانہ پالیسی نہیں ہے بلکہ یہ نہایت احمقانہ روش ہے۔ زندگی اور موت تمام تر خدا کے اختیار میں ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کے کسی مقرر کیے ہوئے فرض سے اس لیے گریز اختیار کرتا ہے کہ اس میں اس کو موت یا قتل کا اندیشہ ہے تو دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ خدا سے فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا سے بھاگ سکنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگر اس طرح بھاگ کر کسی نے اپنی زندگی، اپنی دانست میں، بچائی تو کب تک بچائے رکھے گا، بالآخر اس کو ایک دن مرنا اور اپنے اس رب کو منہ دکھانا ہے جس سے اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ اس آیت کے الفاظ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا' پر غور کیجیے تو ان سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس طرح کے فراریوں کی عمر برکت سے بالکل محروم ہو جاتی ہے۔ وہ اس حیاتِ چند روزہ میں جتنے دن گزارتے ہیں بے برکت زندگی گزارتے ہیں، حالانکہ اگر وہ فرار نہ اختیار کرتے جب بھی وہ اپنی مدتِ حیات پوری کرتے اور اس چند روزہ زندگی کے بدلے حیاتِ جاوداں کی بادشاہی حاصل کرتے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (۱۷)

حذف کا ایک اسلوب

اس آیت میں عربیت کے معروف قاعدے کے مطابق 'أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً' سے پہلے جملہ کا ایک حصہ محذوف ہے۔ اس حذف کو کھول دیجیے تو پوری بات یوں ہوگی: 'أَوْ يُمْسِكُ رَحْمَتَهُ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً' (یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے) عربی میں حذف کے اس اسلوب کی مثالیں بہت ہیں 'متقلدا سیفا و رمحا' میں بھی یہی اسلوب ملحوظ ہے۔ قرآن میں اس کی جو بلیغ مثالیں ہیں ان کی طرف اس کتاب میں ہم اشارہ کرتے آئے ہیں۔ اردو میں یہ اسلوب موجود نہیں ہے اس وجہ سے ترجمہ میں اس حذف کو ہم نے کھول دیا ہے۔

رحمت اور نقمت دونوں صرف خدا کے اختیار میں ہے

'مِنْ دُوْنِ' مقابل کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ اس کے محل میں اس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا سے جان چراتے ہو تو بتاؤ کہ اگر خدا تم کو کوئی گزند پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اس کی پکڑ سے تمہیں بچا سکے، اسی طرح اگر وہ تمہارے دشمنوں کے علی الرغم تم پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہے تو کس کی طاقت ہے کہ اس کی رحمت کو روک سکے؟ رحمت ہو یا نقمت دونوں خدا ہی کے اختیار میں ہے تو خدا سے بھاگنے اور جی چرانے کے کیا معنی!

'وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا': یہاں سیاقِ کلام چونکہ تنبیہ کا ہے اس وجہ سے تنبیہ کے پہلو کو خاص طور پر نمایاں فرمایا کہ یاد رکھیں کہ اگر خدا کی پکڑ میں آ گئے تو اس کے مقابل میں نہ ان کا کوئی کارساز ان کا سفارشی بن سکے گا نہ کوئی حامی و مددگار ان کی حمایت کر سکے گا۔ کسی کی مدد سعی و سفارش کے ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس طرح کی مدد کی توقع مشرکین اپنے معبودوں اور شرکا و اولیاء سے رکھتے تھے'

اور جمعیت و عصبیت کے بل پر بھی ہو سکتی ہے جس کا غرہ ہر صاحب جمعیت کو ہوتا ہے۔ یہاں ان دونوں ہی کی نفی فرمادی۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۸)

منافقین کی ایک سازش کی طرف اشارہ

'قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ' میں مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ہے۔ اس اسلوب کی وضاحت ہم جگہ جگہ کر چکے ہیں۔ اس میں نہایت سخت قسم کی تنبیہ ہے۔ فرمایا کہ اللہ تمہارے اندر سے ان لوگوں کو برابر جانتا رہا ہے جو اپنے بھائیوں کو جنگ سے روکتے اور ان سے یہ کہتے رہے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ لوگ جنگ میں عملاً بہت کم حصہ لیتے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی ان سازشوں سے کوئی آگاہ نہیں ہے لیکن اللہ ان سے برابر آگاہ رہا ہے اور جب وہ ان سے برابر آگاہ رہا ہے تو ان کو سزا دیے بغیر بھی نہیں چھوڑے گا۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اشارہ ان منافقین کی طرف ہے جو نہ صرف یہ کہ خود دفاع میں کوئی حصہ نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے اعتماد و تعلق کے دوسرے لوگوں کو بھی اس سے روکتے اور ان سے کہتے تھے کہ جس جگہ ہم ہیں تم بھی اسی جگہ آجاؤ تاکہ تم پر کوئی گرفت نہ ہو سکے۔ یہ امر یہاں پیش نظر رہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر دفاعی لائن بہت طویل تھی اس وجہ سے منافقین کے لیے دفاع کی ذمہ داریوں سے گریز و فرار کے مواقع بہت تھے۔ وہ خود بھی اس سے گریز کرتے اور اپنے دوسرے ہم خیالوں کو بھی اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کرتے۔

'وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا' یہاں بھی مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ہے اور 'بَاْس' سے مراد دفاع ہے۔ یعنی یہ خود تو دفاع میں برائے نام محض نمائش کے لیے حصہ لیتے اور جو لوگ حصہ لیتے ان کے دل بٹھانے کی کوشش کرتے اور ان کو اپنے مورچوں پر بلاتے کہ ان کو بھی اپنا ساتھی بنالیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۱۹)

'اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ' کا تعلق اوپر والے جملہ 'وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا' سے ہے۔ یعنی اول تو وہ دفاع میں حصہ لیتے نہیں تھے اور اگر کبھی حصہ لیتے بھی تو تمہارے لیے جان یا مال کی کوئی قربانی کرنے کے معاملے میں نہایت بخیل تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ ایک قطرہ خون بہائے بغیر وہ غازی و مجاہد سمجھے جائیں۔

زبان کے سورماؤں کا حال

'فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ

مِنَ الْمَوْتِ' چونکہ یہ کوئی قربانی دینے کے لیے نہیں بلکہ کوئی خطرہ مول لیے بغیر غازیوں کے رجسٹر میں اپنے نام درج کرانے گئے تھے اس وجہ سے جب کبھی محاذ پر کوئی خطرے کی حالت پیش آجاتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کی آنکھیں اس طرح گردش کر رہی ہیں گویا ان پر موت کی غشی طاری ہونے لگی ہے۔ موت کا مقابلہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ کرتا ہے جو شہادت کے عزم کے ساتھ گھر سے نکلتا ہے۔ محض نمائش کے لیے نکلنے والوں کا بھرم کوئی معمولی سے معمولی خطرہ بھی کھول دیتا ہے۔

'فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ' 'سلق' کے معنی تیز زبانی اور چرب زبانی سے بات کرنے کے ہیں۔ اسی سے 'خطیب سلاق' اس خطیب کو کہتے ہیں جو نہایت تیز زبان ہو۔

یعنی جب کوئی خطرے کی حالت پیش آجاتی تب تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کے دم خشک ہو رہے ہیں اور ان پر موت کی جان کنی طاری ہے لیکن جب خطرے کی حالت گزر جاتی تو بڑی تیز زبانی سے باتیں کرتے گویا انہی کی شہامت و شجاعت کا یہ کرشمہ ہے کہ دشمن کو آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہیں ہوئی ورنہ خطرہ بالکل سر پر آگیا تھا۔

'أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ' یعنی اس ساری تیز زبانی و طلاقت لسانی کا مظاہرہ وہ محض مال کی طمع میں کرتے ہیں کہ اگر تقسیم غنیمت کا موقع آئے تو اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ بٹا سکیں۔

یہ 'أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ' اوپر والے 'أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ' کے بالکل ٹھیک ٹھیک مقابل میں ہے، یہ 'شحیح' کی جمع ہے۔ اس کے معنی بخیل کے بھی آتے ہیں اور حریص کے بھی اور یہ دونوں ہی مفہوم ایک ہی کردار کے دو پہلو ہیں۔ پہلے ٹکڑے میں یہ بخیل کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے دوسرے میں حریص کے مفہوم میں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارے معاملے میں ان کی بخالت و تنگ دلی کا تو یہ حال ہے کہ تمہاری خاطر نہ وہ ایک قطرہ خون بہانے کو تیار ہیں نہ اپنا کوئی دھیلا خرچ کرنے پر راضی ہیں لیکن اگر مالِ غنیمت ہاتھ آئے تو اس کی طمع میں یہ زبان کے غازی سب کو ہدفِ مطاعن بنا ڈالیں گے۔

'سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ' کے الفاظ کے اندر چرب زبانی کے ساتھ تند زبانی کا مفہوم بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقین چونکہ مال ہی کی طمع میں غزوات میں شریک ہوتے اس وجہ سے ان کے حاصل کرنے کے لیے وہ دوسروں کو ہمز و لمز اور طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنانے سے گریز نہ کرتے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات، جیسا کہ سورۂ نساء، سورۂ توبہ اور سورۂ انفال وغیرہ میں گزر چکا ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تقسیمِ غنیمت کے معاملے میں یہ جانبداری کا الزام دیتے کہ لڑائی تو ہم جیتتے ہیں لیکن مالِ غنیمت میں سے حصہ دوسروں کو زیادہ دیا جاتا اور ہم کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ناقص ایمان کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا

'أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا' یعنی یہ لوگ چونکہ محض

زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے رہے ہیں حقیقی ایمان ان کو نصیب نہیں ہوا اس وجہ سے اس نمائشی ایمان کے ساتھ انھوں نے جو کام بظاہر دین کے بھی کیے وہ سب اللہ نے حبط کر دیے۔ ان کا کوئی صلہ آخرت میں ان کو ملنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل صرف وہی مقبول ہے جو ایمان کے ساتھ ہو۔

’وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا‘ یہ لوگوں کی بعض نہایت شدید قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ بہت سے لوگ ارادے اور نیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ کسی کا کوئی عمل ان کی نگاہوں میں اچھا ہے تو وہ لازماً آخرت میں بھی اس کے صلہ میں، ان کے نزدیک، مراتب عالیہ کا سزاوار ٹھہرے گا حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کے بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اگر وہ اس کی رضا کے لیے نہ کیا جائے۔ خدا کسی کے عمل کا محتاج نہیں ہے۔ اپنے عمل کے محتاج خود عمل کرنے والے ہیں۔ ان کا نفع سرتا سر انہی کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر اس عمل کو قبول فرمائے گا جو اس کے احکام کے مطابق اور خالص اس کی رضا جوئی کے لیے کیا جائے گا، خواہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا۔ اگر کوئی عمل اس کی رضا جوئی کے سوا کسی اور کی رضا جوئی یا کسی اور غرض کے لیے کیا جائے گا تو ایسے عمل کو اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کے منہ پر پھینک مارے گا کہ اس کا صلہ وہ ان سے لے جن کی خوشنودی کے لیے اس نے کیا ہے، اگرچہ یہ حج اور جہاد کے درجہ ہی کا عمل کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ کوئی اس مغالطہ میں نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسا کرنا ذرا بھی شاق گزرے گا۔ یہ ذرا بھی اس پر شاق نہیں گزرے گا بلکہ یہ اس کے لیے نہایت سہل ہے۔ وہ کسی کے عمل کا محتاج نہیں ہے کہ ہر قسم کا عمل اپنے کھاتے میں جمع کرتا جائے کہ چلو، یہ بھی غنیمت ہے!

بعض لوگوں کو یہ مغالطہ بھی ہو جاتا ہے کہ خدا بڑا مہربان و کریم ہے اس وجہ سے جو کچھ بھی اور جس طرح بھی کوئی نیکی کا کام کر دے گا وہ اس کو قبول فرما لے گا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا بڑا ہی مہربان و کریم ہے لیکن ساتھ ہی وہ نہایت غیور و غنی بھی ہے اس وجہ سے لوگوں کے ایسے اعمال کو پامال کر دینا اس پر ذرا بھی گراں نہیں ہو گا جن کا قبول کرنا اس کی غیرت کے منافی ہو۔ یہود کو خدا کی صفت کریمی سے جو مغالطے پیش آئے ان کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا (۲۰)

منافقین کی بزدلی کی مزید وضاحت

ان لوگوں کی بزدلی کا ذکر اوپر کی آیات میں گزر چکا ہے۔ یہ اسی کی مزید وضاحت ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ جماعتوں کے چلے جانے سے ان کے دلوں کا خوف بھی چلا گیا ہے۔ جماعتیں پسپا ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئیں لیکن ان کی ہیبت اس طرح ان کے دلوں پر مسلط ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ یہیں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔

"وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ ... الآیۃ" یعنی اب کے تو یہ کسی نہ کسی طرح مارے باندھے یہاں مدینہ میں رہ گئے لیکن اب اگر دوبارہ حملے کا کوئی اندیشہ ہوا تو ان کی خواہش یہ ہوگی کہ مدینہ میں ٹکنے کے بجائے اہلِ بدو کے ساتھ دیہاتوں میں جا رہیں اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہیں کہ کیا گزر رہی ہے!

"وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا" یہ مسلمانوں کو تسلی ہے کہ اگر یہ ایسا کریں تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر یہ تمہارے پاس ہوں گے بھی تو یہ جنگ میں حصہ لینے والے اسامی نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ دور ہی رہیں کہ ان کی چھوت سے دوسرے متاثر نہ ہوں۔ اوپر آیت ۱۸ کے تحت جو کچھ گزر چکا ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (۲۱)

عزیمت کے لیے نمونہ اور اس کے حصول کی تدبیر

یہ ان بزدلوں کو غیرت دلائی ہے کہ تمہارے اندر ہی محاذ پر خدا کا رسول بھی موجود تھا اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے کس عزم و ہمت کے ساتھ تمام خطرات کا مقابلہ کیا تو آخر تم نے اس بہترین نمونہ کی پیروی کیوں نہ کی، اس قدر بزدلی اور ڈرپوک کیوں بنے رہے!

"لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا" یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ رسول کے اسوہ کی پیروی ہر مدعی کا کام نہیں ہے۔ اس راہ کی آزمائشوں سے وہی لوگ عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو اللہ کی ملاقات اور روزِ آخرت کے منتظر و متوقع اور اللہ کی یاد سے ہر وقت اپنے دل کو آباد و شاداب رکھنے والے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ راہِ حق میں عزیمت و استقامت انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کے اندر خدا اور آخرت پر مضبوط ایمان ہو اور وہ برابر اپنے اس ایمان کو خدا کی یاد سے تازہ رکھیں۔ نیز اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ ان منافقین کے اندر نہ خدا اور آخرت پر ایمان تھا اور نہ یہ خدا کو یاد رکھنے والے تھے اس وجہ سے ان کے خوف کا یہ حال ہے کہ دشمنوں کے پسپا ہو جانے کے بعد بھی ان کے دلوں پر سے ان کی ہیبت نہیں گئی۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (۲۲)

منافقین کے بالمقابل مخلصین کا رویہ

اوپر آیت ۱۲ میں منافقوں اور حاسدوں کا قول گزر چکا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے اس ہجوم کو دیکھ کر علانیہ مسلمانوں میں یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو وعدے ہم سے کیے گئے وہ سب فریب ثابت ہوئے۔ اب ان کے مقابل میں یہ سچے مسلمانوں کا تاثر بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے جب

دشمنوں کے اس نرغہ کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو تسلی دی کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آیا ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہمیں خبر دے دی تھی۔ یہ اشارہ قرآن کی ان آیات کی طرف ہے جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ کامیابی کی منزل کو پہنچنے سے پہلے ان کو نہایت صبر آزما امتحانوں سے گزرنا پڑے گا۔ مثلاً سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ	کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل
وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ	ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تمہیں اس طرح کے حالات سے
خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ	سابقہ پیش آیا ہی نہیں جس طرح کے حالات سے
الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا	ان لوگوں کو سابقہ پیش آیا جو تم سے پہلے گزرے۔ ان کو فقر و
حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ	بیماری کے مصائب پہنچے۔ اور وہ اس قدر جھنجھوڑے گئے کہ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ	رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے پکار
اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ	اٹھے کہ اللہ کی مدد کب نمودار ہو گی! آگاہ، کہ اللہ کی
(البقرۃ ۲ : ۲۱۴)	مدد قریب ہے۔

اسی سنت کی طرف سورہ عنکبوت میں یوں اشارہ فرمایا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا	کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ مجرد
اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝	یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ	ان کی جانچ نہ ہو گی اور ہم نے ان لوگوں کو جانچا جو
قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ	ان سے پہلے گزرے ہیں۔ پس اللہ لازماً ممیز کر کے
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ	رہے گا ان لوگوں کو جو اپنے دعوائے ایمان میں
الْكٰذِبِيْنَ (۲-۳)	راستباز ہیں اور ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں۔

'صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ' یعنی اللہ و رسول کا وعدہ جھوٹا نہیں ثابت ہوا بلکہ بالکل سچا ثابت ہوا۔ جو لوگ اس مرحلے میں ثابت قدم رہیں گے وہ آئندہ ظہور میں آنے والے وعدوں کی صداقت بھی دیکھ لیں گے کہ مسلمان قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک ہوں گے۔

'وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا' یعنی اس امتحان نے ان کے اندر کوئی کمزوری پیدا کرنے کے بجائے ان کے ایمان و اطاعت کے جذبے میں مزید قوت پیدا کی۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ راہِ حق میں جو آزمائش بھی پیش آتی ہے وہ جس طرح کمزوری کے کھوٹ کو نمایاں کرتی ہے اسی طرح صادقوں کے صدق کو بھی جلا بخشتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی سنت ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ